

پیغمبر اکرم کی حاکمیت از نظر قرآن

<?xml encoding="UTF-8">

مقدمہ :

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو انسانی معاشرہ کی فلاح اور اصلاح کی غرض سے اپنے حبیب حضرت محمد کے ذریعے نازل کیا، دین درحقیقت ایسے قوانین کا مجموعہ ہے جو خالق کائنات کی جانب سے انسان کی ہدایت کے تمام پہلوئوپر مشتمل ہے، قرآن مجید میں انسانی ضرورت کے تمام اصول و ضوابط کو بیان کیا گیا ہے، انسان چونکہ اجتماعی اور معاشرتی زندگی کا حامل ہے بنا بریں قرآن مجید کا اکثر و بیشتر حصہ بلکہ مکمل طور پر اجتماعی و سیاسی مسائل پر مشتمل ہے، مباحث قرآن کا محور و مرکز توحید ہے، توحید کی اقسام میسے جہانتو حید ذاتی، صفاتی، افعالی اور عبادی پر بحث و تفسیر کی ضرورت ہے وہیں "توحید ربوبیت" بھی حائز اہمیت ہے جو توحید افعالی کی ایک قسم شمار ہوتی ہے جس سے انسان کو یہ درس ملتا ہے کہ جس طرح خدا کے علاوہ "خالق" کوئی نہیں ہو سکتا اس طرح اللہ کے بغیر پورے عالم کے امور کی مدیریت کے لائق بھی کوئی نہیں ہو سکتا، نظام کائنات کو چلانے میں خدا کا شریک تسلیم کر نے والا بھی اُسی طرح مشرک ہے جس طرح تخلیق کائنات میں خدا کا شریک ٹھہرانے والا مشرک ہے۔

حقیقت میتوحید خالقیت پر اعتقاد کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تمام امور کی تدبیر کا مالک بھی "ایک خدا ہے" انسانی معاشرہ کی تدبیر کو عملی صورت دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان ہی کو زمین پر اپنا خلیفہ اور نمائندہ بنا کر بھیجا، انبیاء کی بعثت کا مقصد انسانوں کی تربیت اور معاشرے پر عادلانہ نظام کا قیام تھا۔

"هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ ۖ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ" ۱

"وہی (خدا) ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میسے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے۔۔۔۔"

نیز فرمایا

"لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ... ۲"

"اور ہم نے اپنے انبیاء کو واضح نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب (قانون) اور میزان (عدالت) کو بھی نازل کر دیا تاکہ لوگوں میں انصاف کو قائم کریں"

اسلام کا بنیادی مقصد انسان کو اندرونی اور بیرونی سطح پر تربیت کرنا ہے۔ بنا بریں تزکیہ نفس کے بعد معاشرتی تزکیہ (اصلاح) کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء کو ایک مشترکہ لائحہ عمل دے کر بھیجا تاکہ کہ لوگوں کو خدا کے نظام کے تحت زندگی گزارنے اور ہر قسم کے غیر متعادل نظام سے پرہیز کرنے کا درس دیں۔

"وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ" ۳

"یعنی ہم نے ہر زمانہ میں رہنے والے لوگوں کے لیے جو رسول بھیجا اس کا ایک ہی شعار تھا کہ اللہ کی بندگی و عبادت کرو اور ظالم طاغوت سے دور رہو"

اس آیت اور دیگر بہت سی آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی نے اپنے زمانہ میں موجود غیر الہی حکمرانوں کے تسلط سے قوموں کو آزاد کرانے کے لیے نہ صرف زبانی تبلیغ کی ہے بلکہ طاغوتی حاکمیت کے خاتمہ کے لیے عملی

جدوجہد کی اور بعض نے کامیابی کے بعد اللہ کی حاکمیت کو معاشرے پر نافذ بھی کیا ہے حضرت دائود اور حضرت سلیمان کی حکومت کا واضح ذکر قرآن میں موجود ہے، اسی طرح دیگر انبیاء جن میں حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم کی طاغوت شکن جدوجہد کا ذکر بھی اس بات کی دلیل ہے کہ انسانوں پر صرف اللہ کی حکومت ہونے کی صورت میبھی توحید عملی شکل اختیار کر سکتی ہے۔ حضرت پیغمبر کی سیاسی حاکمیت میبعقلی اعتبار سے تو کوئی شک و شبہ نہیں ہے، اس لیے کہ ایک طرف انسان کا بغیر حکومت کے زندگی گزارنا، نا ممکن ہے اور دوسری طرف خالق انسان کے علاوہ حکومت کا کامل نظام دینے کا کوئی اہل نہیں ہے نیز دیگر انبیاء کی بعثت کا مقصد معاشرے پر اللہ کی حاکمیت کا نفاذ ہے تو خاتم الانبیاء کو صرف تبلیغ وارشاد کی ذمہ داری تک محدود کرنا کس طرح ممکن ہے؟

لیکن قرآنی آیات کے تناظر میبہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم مبلغ احکام ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی حاکمیت کے حامل بھی تھے جو درحقیقت خلافت کی شکل میں الہی حاکمیت ہے، البتہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ عقلی ادلہ اور بہت سی آیات کے باوجود بعض علماء پیغمبر اکرم کی سیاسی منصب اورآپ کی سیاسی حاکمیت کا انکار کرتے ہیں اور آنحضرت کا تعارف اس طرح پیش کرتے ہیں کہ آپ صرف مبداومعاد کی تبلیغ پر مامور تھے اوران کا معاشرے کی سیاسی قیادت و راہبری سے کوئی تعلق نہ تھا جس کی وجہ سے اس موضوع کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

دین اور معاشرہ :

پیغمبر اکرم کی سیاسی قیادت کے اثبات سے پہلے "دین" کی حقیقت کا سرسری جائزہ لینا ضروری ہے تا کہ آپ جس "دین" کے "مبلغ" تھے اُس کی صحیح صورت سامنے آسکے، قرآن مجید کی نظر میں دین سے مراد "انسانی زندگی کی عملی روش کا حدود اربعہ" ہے جس کی ایک دلیل وہ آیات ہیں جن میں خداوند متعال نے کفارو مشرکین کے راہ و رسم اور زندگی گزارنے کی روش کو بھی "دین" سے تعبیر کیا ہے۔

"لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ" ۵

"تمہارے لیے تمہارا دین میرے لیے میرا دین"

اسی طرح فرعون جو اپنے علاوہ کسی کو خدا تسلیم نہیں کرتا تھا، لیکن حضرت موسیٰ کے مقابلے کے لیے عوام کو بھڑکانے کی خاطر "دین" کا سہارا لیتے ہوئے کہتا ہے :

"إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ" ۶ "مجھے ڈر ہے کہ یہ (موسیٰ) تمہارا "دین" بدل ڈالے گا یا زمین میں فساد برپا کرے گا"

خداوند کریم نے بھی پیغمبر اکرم کی زبان سے زندگی گزارنے کے چند طور طریقے بیان کرنے کے بعد لوگوں کو اسی راستے (دین) پر چلنے کی تاکید فرمائی۔

"وَأَنَّ لِهَذَا صِرَاطٍ مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ" ۷

"اور بتحقیق یہی (دین) میرا سیدھا راستہ ہے اسی پر چلو اور مختلف راستوں پر نہ چلو ورنہ یہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا کر پر اگندہ کر دیں گے"

بنابریں انسانی زندگی گزارنے کی روش اور طور طریقے دو قسم کے ہو سکتے ہیں ایک باطل راستہ ہے جو شیطان اور شیطانی حکمرانوں کا طور طریقہ ہے اور دوسرا فطرت انسانی کا راستہ ہے کہ جس کی طرف خدا نے اپنے نما ئندوں کے ذریعے دعوت دی ہے اور اسی راہ وروش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہر نبی الہی نے کوشش بھی کی

ہے لیکن شیطانی و طاغوتی حکمرانوں کی عوام فریبی کی وجہ سے صرف چند انبیاء حاکمیت الہی کو نافذ کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں جس میں ہمارے نبی آخر الزماں کے ہاتھوں قائم ہونے والی حکومت ایک بہترین نمونہ ہے، عصر حاضر کے عظیم مفسر قرآن علامہ طباطبائی نے بھی انسانی معاشرہ میں راہ و روش کو دین سے تعبیر کیا ہے اور سورئہ روم کی آیت ۳۰ کی تفسیر میں "دین" کو "دین فطرت" کے طور پر ثابت کیا ہے ۸۔

دین فطرت سے مراد یہ ہے کہ انسانی خلقت کے اندر خالق انسان نے زندگی گزارنے کے وہ طریقے جو انسان کو کمال و ترقی تک لے جانے کا وسیلہ ہیں، ودیعت کر دیئے ہیں، اسی بنا پر اپنے آخری نبی کو حکم دیا کہ اسی فطری دین پر قائم رہو، تا کہ اپنی امت کی قیادت و راہبری کرتے ہوئے انہیں کمال کی منزل پر فائز کر سکو۔

"فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا طَلَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكِ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ" ۹

"پس (اے نبی) یکسو ہو کر اپنا رخ دین (خدا) کی طرف مرکوز رکھیں، اللہ کی اس فطرت کی طرف جس پر اس نے سب انسانوں کو خلق کیا ہے، اللہ کی تخلیق میں تبدیلی نہیں آتی یہی محکم دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"

اس آیت مجیدہ میں بھی خدا نے نظام حیات کو دین سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا یہ ایسا نظام حیات ہے جو دیگر نظام کائنات کی طرح نظم و ضبط اور ہم آہنگی پر قائم ہے اور چونکہ تخلیقی نظام ہے لہذا کبھی تبدیلی نہیں آئے گی یعنی، فطرت اور شریعت میں وحدت و اتحاد قائم ہے اسی بنا پر انبیاء کو بھیجا تاکہ ظالمانہ ماحول میں رہنے کی وجہ سے اس مدفون فطری نظام کو روشن و اجاگر کریں۔

علامہ طباطبائی کہتے ہیں :

دین فطرت سے مراد وہ قوانین و ضوابط ہیں جو انسان پسند ہیں کیونکہ یہ انسان کی خلقت کے ساتھ مربوط ہیں اور انسانی عقل سے مکمل طور پر مطابقت رکھتے ہیں۔ ۱۰۔

پیغمبر کی سیاسی حاکمیت سے مراد کیا ہے ؟

آپ کی سیاسی حاکمیت سے مراد یہ ہے کہ معاشرے کے جملہ امور کی قیادت و راہبری اور حکمرانی کا حق خداوند تعالیٰ نے اپنے معصوم نمائندے حضرت پیغمبر کو عطا کیا ہے، یعنی پیغمبر اکرم صرف احکام الہی کو بیان کرنے والے نہیں یا لوگوں کے باہمی اختلافات اور مشاجرات کے حل کے لیے صرف قاضی تحکیم نہیں کہ قضاوت کرتے ہوئے صرف فیصلہ سنا دیں بلکہ اس قضاوت اور فیصلہ پر عمل درآمد کرانے کے بھی ذمہ دار ہیں، حاکمیت کا نقطہ "حکم" سے ماخوذ ہے اور قرآن مجید میں "حکم" سے مراد تشریع یعنی قانون وضع کرنا اور معاشرے پر قانون کو حاکم قرار دینا ہے، جو کہ ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا :

"وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ" ۱۱

"اور جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہو گا"

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فیصلے کو عملی طور پر نافذ کرانے کے لیے اپنا اختیار اپنے نبی کو تفویض کرتے ہوئے اعلان فرمایا :

"إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ" ۱۲

"(اے رسول) ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ پر نازل کی ہے تاکہ جیسے اللہ نے آپ کو بتایا ہے اسی کے مطابق لوگوں میں فیصلہ کریں"

اگر چہ یہ آیت شان نزول کے لحاظ سے ایک چوری کے فیصلہ سے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن یہ ثابت شدہ ہے کہ شان نزول مراد متکلم کو محدود و منحصر کرنے کا باعث نہیں بنتا، اس بنا پر پیغمبر اکرم ہر قسم کے فیصلے کرنے اور انہیں عملی طور پر نافذ کرنے کے ذمہ دار ہیں با الفاظ دیگر معاشرے پر حکومت کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

امام خمینی کا نظریہ:

"حکم عقل اور ضرورت ادیان کی روسے انبیاء کی بعثت کا مقصد اور کار انبیاء صرف مسئلہ گوئی اور بیان احکام نہیں تھا اور ایسا نہیں ہے کہ مسائل و احکام بذریعہ وحی رسول اکرم کو پہنچے ہوں اور آنحضرت و امیر المومنین - اور دیگر ائمہ صرف 'مسئلہ گو' رہے ہوں کہ خداوند عالم نے ان حضرات کو صرف اس لیے معین کیا ہے کہ مسائل و احکام کو کسی خیانت کے بغیر لوگوں کے سامنے بیان کر دیں اور انہوں نے بھی اس امانت کو فقہاء کے حوالے کر دیا ہو کہ جو مسائل انبیاء سے حاصل کیے ہیں کسی خیانت کے بغیر لوگوں تک پہنچا دیں اور اس طرح 'الفقہاء امناء الرسل' کا مطلب یہ ہو کہ فقہاء بیان مسائل میں امین ہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ انبیاء کا اہم ترین فریضہ قوانین و احکام کو جاری کر کے عادلانہ اجتماعی نظام قائم کرنا ہے جو یقیناً بیان احکام و نشر تعلیمات الہی کے ساتھ ایک طاقتور حکومت کا خواہاں ہے"

نیز فرماتے ہیں کہ :

خداوند عالم نے جو خمس کے سلسلہ میں فرمایا ہے :

"وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ--" ۱۳

"اور جان لو کہ جو کچھ مال کسب کرو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول اور اس کے قرابت داروں کے لیے مخصوص ہے ----"

یازکوۃ کے لیے جو فرمایا ہے :

"حُذِّ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ" ۱۴

"آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لیجئے"

حقیقت یہ ہے کہ رسول اکرم کو صرف احکام بیان کرنے کے لیے معین نہیں کیا بلکہ ان احکام کے نفاذ اور اجراء کی ذمہ داری کو بھی ان کے سپرد کر دیا ہے آپ اس پر مامور تھے کہ خمس، زکات اور خراج جیسے ٹیکسوں کو وصول کر کے مسلمانوں کو نفع پہنچانے پر خرچ کریں قوموں اور افراد کے درمیان عدالت کو وسعت دیں، حدود کو جاری کریں، سرحدوں کی حفاظت کریں، ملک کی آزادی کو قائم کریں اور حکومت اسلامی کے ٹیکسوں کو خوردبرد سے بچائیں۔ ۱۵

پیغمبر اکرم کی سیاسی حاکمیت سے متعلق آیات :

اس سلسلے میں کثیر تعداد میں آیات موجود ہیں جنہیں تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ ایسی آیات جن میں اطاعت پیغمبر اکرم کو بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ جو پیغمبر اکرم کی ولایت و حکومت سے متعلق ہیں۔

۳۔ وہ آیات جو پیغمبر اکرم کو تمام امور اجتماعی میں محور و مرکز قرار دیتی ہیں۔

۱۔ اطاعت پیغمبر سے متعلق آیات :

اس قسم کی آیات میمختلف صورتوں میں پیغمبر اکرم کی اطاعت کو مورد تاکید قرار دیا گیا ہے، بعض آیات

میبلا تفریق تمام انبیاء کی اطاعت کیے جا نے کو اہداف بعثت میں شمار گیا کیا ہے۔

"وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ " ۱۶

"ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس لیے بھیجا ہے کہ باذن خدا اس کی اطاعت کی جائے"

بعض آیات میں رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کا تسلسل قرار دیا ہے

"مَنْ بَطَعَ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ " ۱۷

"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی "

مندرجہ بالا آیات میں درحقیقت پیغمبر کی اطاعت کی اہمیت کو مختلف انداز میں پیش کیا تاکہ لوگ دل و جان سے اپنے راہبر کی پیروی کریں، اس کے علاوہ کچھ آیات ایسی ہیں جن میں براہِ راست پیغمبر اکرم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ۔

"أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ " ۱۸

"اللہ کی پیروی کرو اور اس کے رسول کی اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں ان کی پیروی کرو "

ایک اور مقام پر فرمایا :

"أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَتَوَلَّوْا تَمَرُّدًا وَمَنْ يَمُرُدْ فَإِنَّ شَأْنَهُ عَلَى اللَّهِ وَنَبَأُ الْفَاسِقِينَ " ۱۹

"اور اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرو اور تم حکم سننے کے بعد اس سے روگردانی نہ کرو "

اگرچہ ان آیات میں اطاعت خداوند کا بھی ذکر ہے لیکن اصل مقصد پیغمبر اکرم کی اطاعت کو بیان کرنا ہے، چونکہ بعد والی آیات میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو رسول اکرم کی بات سنتے لیکن عمل نہیں کرتے تھے ایسے لوگوں کو بدترین جانوروں سے تعبیر کیا گیا ہے، جبکہ پیغمبر اکرم کی دعوت پر لبیک کہنے اور حضور کے نظام کے مطابق چلنے کو حیات بخش قرار دیا ہے ۔۲۰

علاوہ بریں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم علیحدہ طور پر کسی آیت میں ذکر نہیں ہوا جب کہ بہت سے آیات میں پیغمبر اکرم کی اطاعت کو علیحدہ بھی بیان کیا ہے۔

"وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ " ۲۱

"اور نماز قائم کرو اور زکاة ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے "

گویا جس طرح نماز و زکات یا دیگر احکام، عملی زندگی کا حصہ ہیں اسی طرح پیغمبر کا ہر حکم بھی عملی زندگی کا حصہ ہے سینکڑوں احکام میں سے نماز و زکات جیسے دو نمونے ذکر کرنے کا مقصد شاید یہ تھا کہ جس طرح نماز و زکات کے بغیر انسانی معاشرہ کمال و ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتا اسی طرح حاکم اسلامی کی اطاعت اور ان کے دیگر اوامر کی پیروی کے بغیر بھی انسانی کمال کا راستہ طے کرنا نا ممکن ہے ۔

توجہ طلب بات یہ ہے کہ رسول کی اطاعت و پیروی کو مستقل طور پر بیان کیا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم سے کچھ ایسے اوامر و احکام بھی صادر ہو ں گے جن کا ذکر قرآن میں درج نہیں ہے وگرنہ پیغمبر کی اطاعت کی الگ سے تاکید کرنا لغو و بیہودہ قرار پائے گا نیز یہ کہ بعض انبیاء کی زبان سے تو خدا نے واضح طور پر بیان کیا کہ نبی کی اطاعت کے بغیر تقویٰ کا مقام بھی حاصل نہیں ہو سکتا ۔ حضرت نوح - کی زبانی نقل فرمایا :

"إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا " ۲۲

"میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں لہذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو"

حضرت نوح - کا "اطيعوا الله يا اطيعوا ربي" جیسی تعبیر کی بجائے "اطيعوني" کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ بہت

سے احکام "کتاب اللہ" میں موجود نہ بھی ہوں رسول کو امانت دار نمائندہ الہیٰ سمجھتے ہوئے اطاعت کرنے میں انسان کی فلاح و سعادت مضمحل ہے ۔

اس قسم کی جملہ آیات کا اندازہ بتاتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ معاشرتی و اجتماعی احکامات صادر کرنے کا حق بھی رکھتے ہیں اور اللہ کی جانب سے ان احکام کو نافذ کرنے کا اختیار بھی انہیں کو حاصل ہے ، نیز بعض آیات کی رو سے اللہ کا رسول اپنے "اختیار حاکمیت" میں دیگر افراد کو بطور نائب منصوب کرنے کا مجاز بھی ہے ، جیسے حضرت موسیٰ - نے حضرت ہارون - کو فرمایا :

"وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي" ۲۳

"میری قوم میمیری جانشینی کرنا اور اصلاح کرتے رہنا ---"

حضرت ہارون - نے بھی قوم سے یہی کہا کہ جب "رحمن" پروردگار پر ایمان لے آئے ہو تو میرے راستے پر چلو اور میرے ہر حکم پر عمل کرو۔

"وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمَنُ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي" ۲۴

"اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم ! بے شک تم اس (بچھڑے) کی وجہ سے آزمائش میں پڑ گئے ہو جب کہ تمہارا پروردگار تو رحمن ہے لہذا تم میری پیروی کرو اور میرے حکم کی اطاعت کرو "

بعض آیات میں پیغمبر اکرمؐ کی اطاعت بطور مطلق اور عمومیت کے ساتھ بیان ہوئی ہے یعنی لوگوں پر واجب ہے کہ اپنے ہر قسم کے انفرادی و اجتماعی امور میں پیغمبر کی پیروی کریں ۔

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً مِّنَ رَبِّكَ وَمَا تَكُن لِّكُم بِمَلَكٍ مَّنْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَتَمِيزْ بَيْنَ الَّذِينَ يَحِبُّونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ لَا يَحِبُّونَ اللَّهَ" ۲۵

"اور رسول جو تمہیں دے دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ"

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں ملتا ہے کہ یہ فئے (بغیر جنگ کے ہاتھ آنے والے مال) کی تقسیم کے موقع پر نازل ہوئی جس میں مسلمانوں پر واضح کر دیا گیا کہ پیغمبر اکرمؐ اگر کسی مصلحت کی بنا پر غیر مساوی تقسیم بھی کرتا ہے تو اس کے ہر فیصلہ پر دل و جان سے عمل کیا جائے۔ اگرچہ "ما" مطلق ہے اور ہر قسم کے فرامین رسول کو شامل ہے اور روایات میں بھی اس آیت کے ضمن میں پیغمبر اکرمؐ کے تمام فرامین کو مراد لیا گیا ہے ۔ جس کا معنی یہ ہے کہ آنحضرتؐ ایک الہی نمائندے و اسلامی معاشرے کے حکمران ہونے کی حیثیت سے احکام صادر کرنے کا حق رکھتے ہیں اور اس "حق حاکمیت" کی بنا پر واجب الاطاعت بھی ہیں ۔

ایک اعتراض کا جواب :

کچھ لوگوں نے اطاعت پیغمبرؐ کے بارے میں اعترافات و شبہات پیدا کیے ہیں ، منجملہ یہ کہ بعض آیات میں پیغمبر اکرمؐ سے ہر قسم کے اختیار کی نفی کی گئی ہے اور تمام امور کو خدا کی طرف نسبت دی گئی ، جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے :

"لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ" ۲۶

"(اے رسول) اس بات میں آپ کا کوئی دخل نہیں ، اللہ چاہے تو انہیں معاف کر دے یا چاہیے تو سزا دے"

نیز فرمایا :

"إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ" ۲۷

"ہر قسم کا امر (اختیار) اللہ کے ساتھ مختص ہے "

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت کا اس مطلب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ زمانہ جاہلیت کا مزاج رکھنے

والوں کے شک کے جواب میں فرمایا کہ ہر قسم کی فتح یا شکست اللہ کے ہا تھ میں ہے، نیز جنگ احد میں شکست کے وقت کفریہ جملے کہنے والوں کی سزا یا بخشش کے بارے میں تو حید کا درس دینے کی غرض سے فرمایا۔ دوسری آیہ مجیدہ میاگرچہ ہر قسم کے امور کو اللہ کے ساتھ مختص ہو نا بیان ہوا ہے لیکن یہ کو ئی عجیب بات نہیں اکثر امور کو خدا نے اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر ہدایت کے مسئلے میں ایک مقام پر فرمایا۔

"إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ" ۲۸

"(اے محمد) جسے آپ چاہتے ہیں اُسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے "

جب کہ دوسرے مقام پر فرمایا :

"إِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ" ۲۹

"بے شک آپ ہی سیدھے راستے کی جانب راہنمائی کر رہے ہیں "

اس قسم کی آیات، کئی مقامات پر ملتی ہے کہ خداوند متعال بعض امور کو اپنی طرف نسبت دیتا ہے پھر انہی امور کو اپنے نمائندے کی طرف بھی نسبت بھی دیتا ہے، جس کی مفسرین نے یہ وضاحت کی ہے کہ تمام امور کا تعلق ذاتی طور پر اللہ کے ساتھ ہے لیکن اللہ اپنے اذن اور اجازت سے یہ امور اپنے انبیاء کو سپرد کرتا ہے اگر غور کیا جائے تو توحید و نبوت کی حقیقت بھی یہی ہے، پس نتیجہ یہ نکلا چونکہ پیغمبر اکرم کی حاکمیت اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا تسلسل ہے اس بنا پر آپ نہ صرف مبلغ دین ہیں، بلکہ اسلامی حاکم ہونے کے عنوان سے دینی احکام کو عملی طور پر نافذ کرنے کے ذمہ دار بھی ہیں۔

۲۔ پیغمبر اکرم کی ولایت و حکومت سے متعلق آیات :

اس قسم میں بعض آیات ولایت پیغمبر کو ولایت خدا کی صف میں بیان کرتی ہیں اور بعض آیات میں علیحدہ سے ولایت پیغمبر کو ذکر کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رُكْعُونَ" ۳۰

"تمہارا ولی تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکات دیتے ہیں "

"وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ" ۳۱

"اور جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو اپنا ولی (سرپرست) بنائے گا (تو وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہو جائے گا) اور اللہ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے "

نیز فرمایا :

"النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ" ۳۲

"نبی مومنین کی جانوں پر خود ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہے "

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں کے تمام انفرادی و اجتماعی امور میں رسول خدا کو ولایت و حاکمیت حاصل ہے یعنی پیغمبر کے احکامات کے مقابلے میں لوگوں کی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پیغمبر خدا کو لوگوں کے معاشرتی و اجتماعی امور میں دخالت کا نہ صرف حق حاصل ہے بلکہ ان امور میں پیغمبر کا حکم ہی نافذ العمل سمجھا جائے گا، اس ضمن میں علامہ طباطبائی فرماتے ہیں۔

"ان کے نفسوں" (انفسہم) سے مراد خود مومنین ہیں پس آیت کا معنی یہ ہوا کہ پیغمبر اکرم مومنین پر

مومنین سے زیادہ حق تصرف رکھتے ہیں"

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی پیغمبر اکرم اور عام لوگوں کی رائے میں تعارض یا اختلاف پیدا ہو جائے تو پیغمبر کی رائے کو ترجیح اور برتری حاصل ہو گی مختصر یہ کہ مومنین جن امور میبذاتی اختیار رکھتے ہیں جیسے حفاظت، محبت عزت، کسی کی دعوت کو قبول کرنے یا اپنے ارادے پر عمل کرنے میں، پیغمبر ان سب امور میں ان پر حق اولویت رکھتے ہیں اور ان کے مقابلے میں پیغمبر کا ارادہ فوقیت رکھتا ہے۔ ۳۲۔

ان آیات کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ معاشرتی و سیاسی امور میں جب پیغمبر اکرم کوئی فیصلہ کر دیں تو اسے مقدم سمجھا جائے گا اور اس کی روایات میبہی وضاحت موجود ہے نیز تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ پیغمبر اکرم باذن اللہ ولایت تشریعی (قوانین کے وضع و نفاذ) کے منصب پر فائز ہیں۔

۳۔ تمام معاشرتی و سیاسی امور میں پیغمبر کو محور قرار دینے والی آیات :

قرآن مجید میں خداوند متعال نے اپنے رسول کو معاشرے کا ایسا محور و مرکز قرار دیا ہے کہ جس کے گرد جملہ امور کی گردش ہونی چاہیے، سورہ نور میں مومنین کو تاکید کی گئی ہے کہ "ایمان" کی شرط یہ ہے کہ تمام امور میں پیغمبر کے تابع رہیں۔

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ" ۳۳

"مومنین تو بس وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ کسی اجتماعی معاملے میں رسول کے ساتھ ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر نہیں ہلتے جو لوگ آپ سے اجازت مانگ رہے ہیں یہ یقیناً وہ لوگ ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں"

اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم اجتماعی مسائل میں مومنین کے مشورے کو شامل کر کے انہیں اعتماد میں لیتے تھے لیکن آخری فیصلہ پیغمبر کا ہوتا اور مومنین آپ کے فیصلوں کے پابند ہوتے تھے نیز اس آیت میں خداوند حکیم نے ایک کلی قانون بھی بیان کر دیا ہے کہ معاشرتی و سیاسی امور میں ذاتی و انفرادی رائے کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ ہمیشہ پیغمبر کی اجازت سے معاملات طے ہونگے۔ اس کے بعد والی آیت میں فرمایا :

"لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا....."

"(اے مومنو!) تمہارے درمیان رسول کو پکارنے کا انداز ایسا نہ ہو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔۔۔۔۔"

"دعاء الرسول" کے معنی میں بعض نے دوا احتمال دئیے ہیں ایک رسول کو پکارنا دوسرا رسول کا پکارنا۔ پہلے معنی کے لحاظ سے تو ایک اخلاقی نکتہ کی طرف راہنمائی ہے کہ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو رسول کو اس طرح مت پکارو اگرچہ رسول اکرم تو اصرح و انکساری ضرور فرماتے ہیں، لیکن امت کو رسالت کی منزلت کا لحاظ رکھنا چاہیے، جب کہ دوسرے معنی کے لحاظ سے ایک اہم پہلو کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے یعنی رسول کے بلانے کو عام آدمیوں کے بلانے کی طرح مت سمجھو، رسول کا بلانا، اللہ کا بلانا ہے، اس لیے کہ رسول کے بلانے پر فوری لبیک کہنا ایمان کا تقاضا ہے۔ احتمال کی حد تک تو پہلا معنی بھی درست ہے اور اخلاقی دستور کے لحاظ سے صحیح بھی ہے لیکن آیت میں موجود بعض تعبیرات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر دوسرا معنی مقصود ہے کیونکہ اس حکم کے فوری بعد فرمایا :

"فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ" ۳۴

"جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات کا خوف رہنا چاہیے کہ مبادا وہ کسی فتنے میں مبتلا ہو جائیں یا ان پر کوئی درد ناک عذاب آجائے"

علامہ طباطبائی فرماتے ہیں :

"دعاء الرسول سے مراد پیغمبر اکرم کا لوگوں کو کسی کام کے لیے بلانا ہے جیسے ایمان و عمل صالح کی طرف بلانا ، اجتماعی کاموں میں مشورت کے لیے بلانا ، نماز جامعہ کے لیے بلانا یا دنیاوی و اخروی معاملات کے سلسلہ میں احکامات صادر کرنے کی غرض سے بلانا ہے ، لہذا یہ سب پیغمبر کے بلانے میں شامل ہیں "۳۵

پس معلوم ہوا کہ اگر کبھی کسی جنگ کی طرف روانہ ہونے کے لیے بلائیں یا اجتماعی و معاشرتی زندگی کے لحاظ سے ایک نجات بخش تحریر لکھنے کے لیے بلائیں تو اس قسم کی اجتماعی دعوت کی مخالفت کرنے والا حقیقی مومن کہلائے گا۔ بلکہ نہ ہو سکتا۔ بنابرین دونوں احتمالات کے باوجود پیغمبر کی اجتماعی و سیاسی معاملات میں مرکزیت کو کسی صورت میں رد نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں سیاسی حاکمیت کے لیے مالی امور کو ایک اہم رکن کی حیثیت حاصل ہے اور قرآن مجید میں زکات و خمس اور انفال کو پیغمبر کے اختیار میں دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند متعال اپنے نبی کو اسلام کا سیاسی حاکم متعارف کرانا چاہتا ہے ، ارشاد رب العزت ہے :

"وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ" ۳۶

"اور کیا ہی اچھا ہوتا کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو کچھ انہیں دیا ہے وہ اس پر راضی ہو جاتے اور کہتے کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے عنقریب اللہ اپنے فضل سے ہمیں بہت کچھ دے گا اور اس کا رسول بھی ، ہم تو اللہ سے لو لگائے بیٹھے ہیں"

اس آیت میں زکات کی تقسیم میں پیغمبر اکرم کو کلی اختیار دیا گیا ہے نیز فرمایا :

"يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ" ۳۷

"(اے رسول) آپ سے انفال (مال غنیمت) کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دیجیئے یہ انفال اللہ اور رسول کے ہیں)"

اگر چہ انفال کا حکم جنگ بدر کی غنیمت کے بارے میں آیا ہے تاہم یہ حکم ہر قسم کے انفال یعنی اموال زائد کو شامل ہے مثلاً متروک آبادیاں ، پہاڑوں کی چوٹیاں ، جنگل ، غیر آباد زمینیاں اور لا وارث املاک وغیرہ جو کسی کی ملکیت نہ ہوں اس طرح وہ اموال جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کے قبضے میں آئے ہوں جنہیں "فئی" کہتے ہیں یہ سب اللہ اور رسول کی ملکیت ہیں یعنی اسلامی حکومت کی جائیداد میں شامل ہیں۔ ۳۸

مندرجہ بالا امور کی سرپرستی رسول کے سپرد کرنا یا جہاد کے امور کی سرپرستی کا رسول کے ساتھ مختص کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ پیغمبر اکرم کو سیاسی امور پر بھی حاکمیت حاصل تھی ۔

حوالہ جات

۱۔ القرآن ، الجمعہ، ۲

۲۔ القرآن ، الحديد، ۲۵

۳۔ القرآن ، النحل، ۳۶

۴۔ مجلہ حکومت اسلامی۔ سال اول ، شماره دوم، ۲۲۴

٥. القرآن، الكافرون، ٦
٦. القرآن، الغافر، ٢٦
٧. القرآن، الانعام، ١٥٣
٨. محمد حسين، طباطبائي، الميزان في تفسير القرآن، ج ٤، ص ١٢٢، ج ١٤، ص ١٧٨
٩. القرآن، الروم، ٣٠
١٠. محمد حسين، طباطبائي، الميزان في تفسير القرآن، ج ٦، ص ١٨٩
١١. القرآن، الشورى، ١٠٠
١٢. القرآن، النساء، ١٠٥
١٣. القرآن، الانفال، ٤١
١٤. القرآن، التوبة، ١٠٣
١٥. روح الله، امام خميني، حكومت اسلامي، ص ٧١-٧٠
١٦. القرآن، النساء، ٦٤
١٧. القرآن، النساء، ٨٠
١٨. القرآن، النساء، ٥٩
١٩. القرآن، الانفال، ٢٠
٢٠. القرآن، الانفال، ٢٤-٢١
٢١. القرآن، النور، ٥٦
٢٢. القرآن، الشعراء، ١٠٧-١٠٨
٢٣. القرآن، الاعراف، ١٤٢
٢٤. القرآن، طه، ٩٠
٢٥. القرآن، الحشر، ٧
٢٦. القرآن، آل عمران، ١٢٨
٢٧. القرآن، آل عمران، ١٥٤
٢٨. القرآن، القصص، ٥٦
٢٩. القرآن، الشورى، ٥٢
٣٠. القرآن، المائدة، ٥٦، ٥٥
٣١. القرآن، المائدة، ٥٦
٣٢. طباطبائي، محمد حسين، الميزان، ج ١٦، ص ٢٧٦
٣٣. القرآن، النور، ٦٢
٣٤. القرآن، النور، ٦٣
٣٥. طباطبائي، محمد حسين، الميزان، ج ١٥، ص ١٦٦
٣٦. القرآن، التوبة، ٥٩
٣٧. القرآن، الانفال، ١
٣٨. نجفي، محسن علي، بلاغ القرآن، ص ٢٣٦

منبع: مجله نور معرفت